☆ امتنانِ منّان ☆ کلمۂ شہید کے تقدس کی پامالی!
☆ کشمیر کی صورت حال ☆ امریکی دھونس!

ہم اہل اسلام پر اللہ منّان وحنّان کا عظیم احسان و امتنان ہے کہ جس نے اپنے اِس اور اُس جہان یعنی کون ومکان کی سب سے بڑی نعمت ذات نبی کریم ﷺ سے ہمیں سرفراز فرمایا۔ سیدنا و مولانا محمد ﷺ جیسا عظیم الشان نبی ﷺ عطا فرمایا۔

فخر آدمؑ و اولادِ آدم، دانائے سبل وختم الرسل ﷺ کی امت بنایا۔ ہمیں امت وسط کا لقب عطا فرمایا۔ ہم پر اپنی نعمت کا اتمام فرمایا۔ اسلام کو ہمارے لئے دین بنایا اور اطاعت نبیؐ کو اپنی اور اپنی اطاعت کو اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کی سند ﴿من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ﴾ سے ممتاز فرمایا۔ ان کی ذات اقدس کو ہمارے لئے نمونہ بنایا اور ان کی محبت کو اصل ایمان ٹھہرایا۔ نبوت کی طرح ہدایت کو ان کی ذات پر ختم فرمایا۔ ہدایت کی حدود کو قول و فعل نبیؐ سے محصور کر کے امت کیلئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محفوظ فرمایا۔ دل کا اندھا نہ ہو، آنکھ سے نابینا ہو تو ہو، اگر چاہے تو ہدیٰ محمد ﷺ پر بلا روک ٹوک چل کر دونوں جہاں میں کامیاب وفائز المرام ہو سکتا ہے۔ دل کا اندھا ہونا یہ ہے کہ ہدیٰ محمدؐ کو ناقص سمجھے اور اپنی فلاح کو ان امور میں جانے جنہیں اللہ اور اس کے رسول اعظم و آخر ﷺ نے حرام ٹھہرایا۔ سود کھائے، یہود ونصاریٰ سے ولا (دوستی) کا رشتہ باندھے، شراب خانہ خراب سے لذت یاب ہو، بے حیائی اور فحاشی کو اختیار کرے اور اسے پھیلائے۔ یہ قباحات اس ارادے سے اپنائے کہ امریکہ کو اپنا سافٹ چہرہ دکھائے مگر یہ نہ "سوچے کہ اپنے رب کو کونسا چہرہ دکھائے گا"

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت اس انقلاب کا نقطہ آغاز تھی جو آپؐ کی بعثت سے برپا ہوا تھا۔ اس لئے ولادت نبیؐ کو ہم اپنی سعادت کی ابتدا جانتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ اگر میلاد مصطفیٰ ﷺ کی سالگرہ منانا ہوتا تو یہ کام امؐ نبی کرتیں، جد نبیؐ کرتے۔ اگر یہ کام عید اور جشن کے طور پر کرنا ہوتا تو حضور اقدس ﷺ بعثت کے بعد خود کرتے، پھر اصحاب نبیؐ کرتے اور اگر یہ کوئی کارِ خیر ہوتا تو حضور اقدس ﷺ اس کی خود ابتدا فرماتے کیونکہ خیرات

کے میدان میں آپؐ اول و آخر تھے۔ قرآن میں حکم ہے: ﴿وما آتا کم الرسول فخذوہ﴾ ’’اور ہر وہ چیز لے لو جو نبی ﷺ تمہیں عطا فرمائیں۔‘‘ یہ جشن میلاد اور عید میلاد حضور ﷺ نے ہمیں عطا نہیں کیے اور نہ اس پر اپنی کوئی سنت قائم فرمائی اس لئے ہم اسے کیسے لے لیں۔ کس سے لے لیں۔ اس عید کا تعلق ذاتِ نبیؐ، سنتِ نبیؐ، سنتِ صحابہؓ سے نہیں تو پھر کون نہیں جانتا کہ اس کا تعلق اسلام سے نہیں۔ مگر مشکل یہ آن پڑی ہے کہ کربلا کی طرح اسے بھی جزوِ دین بنا کر رکھ دیا گیا ہے اور اسے منانے کیلئے بھی پورا انتظام مملکت معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں سکیورٹی اہل کاران جلوسوں کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں۔ گزرگاہیں روک دی جاتی ہیں اور عام زندگی مشکل بنا دی جاتی ہے۔ یہ عمل ان لوگوں کو مبارک ہو، جو اسے مباح کہتے ہیں...... مگر...... ہم یہ تجویز ہمیشہ کی طرح دہراتے رہیں گے اور اس کی صحت پر اصرار کرتے رہیں گے کہ ان سب تقاریب اور جلوسوں کو متعلقہ لوگوں کی مسجدوں اور عبادت گاہوں کے اندر محدود کر دیا جائے۔ یہ کیسی عبادات ہیں جو گلی بازار میں گھوم گھوم کر اور کوئلوں پر چل کر ہوتی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کیلئے ان بازاروں کو پسند فرماتا، جنہیں اس نے خود اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے روئے زمین کے بدترین مقامات کہلوایا ہے۔ پھر اگر یہ سب کچھ مذہبی آزادی کے تحت ہوتا ہے تو بھی روا نہیں کہ یہ دوسروں کی مساجد کے سامنے بیٹھک لگائیں۔ ایک کی مذہبی آزادی، دوسرے کی دل آزاری کا ذریعہ تو نہ ہونا چاہیے۔ نارِ دنیا، نارِ جہنم سے آئی تھی اور شیطان کی تخلیق اس سے ہوئی تھی، سو یہ عبادت گزاری کا مقام کیسے ہو سکتی ہے ایسی آگ سے تو اہل ایمان دن رات ’’اللّٰھم أجرنی من النار‘‘ اور ’’وقنا عذاب النار‘‘ پڑھ کر نجات طلب کرتے ہیں مگر کیا کیا جائے کہ یہی آگ آج وجہ شرف ہو گئی ہے۔

کلمۂ شہید کے تقدس کی پامالی: رواں سال کو حکومت نے فیض کا سال قرار دیا ہے۔ فیض پنڈی سازش کیس کے سزا یافتہ مجرم تھے۔ ایوان صدر سے فرمان صادر ہوا ہے کہ فیض جو مدتوں حکومت کے ایوانوں میں ناپسندیدہ شخصیت رہے تھے اب انہی ایوانوں میں پسندیدہ شخصیت ہو گئے ہیں۔ اسی دربار سے حال ہی میں سلمان تاثیر کو شہید کا خطاب عطا ہو چکا ہے۔ پیپلز پارٹی کے شہداء کی فہرست میں عنقریب فیض کو بھی شامل ہونا ہے۔ جمہوریت کے نام پر تو شہداء ان کے ہاں موجود ہیں۔ وہ بھٹو صاحب کے سوشلزم پر بڑے فریفتہ رہتے ہیں۔ ہم ان کی مشکل آسان کیے دیتے ہیں کہ فیض کو شہید سوشلزم کا ٹائٹل عطا ہو جائے تو کیسا رہے گا۔ آخر بھٹو صاحب کا سوشلزم بھی تو اسلامی تھا۔ فیض سوشلزم اور کمیونزم کے پرچارک تھے۔ اسی کو علامہ اقبال نے اسلام کے مقابلے میں دین قرار دے کر یہ فرمایا تھا: